کچھ لسانی مباحث......اور نقطۂ نظر کا اختلاف

غازی علم الدین ☆

اہلِ علم، اُدَباء اور فُضَلاء میں سے کچھ تو عنوانِ مضمون میں مندرج ''نقطۂ نظر'' ہی سے اختلاف فرمائیں گے اور مُصِر ہوں گے کہ نقطۂ نظر کے بجائے نکتۂ نظر درست ہے۔ نقطۂ نظر، جس کا انگریزی ترجمہ *Point of View* یعنی مرکزِ نگاہ ہے، میرے تئیں اسے نکتۂ نظر لکھنا درست نہیں۔ نکتہ کا معنی ''لطیف بات'' اور ''باریکی'' ہے نہ کہ مرکز (*Point*)۔ میں روشنی میں جب کسی چیز کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہوں اور پھر آنکھیں بند کر لیتا ہوں تو سامنے مدھم سی روشنی کے درمیان ایک نقطہ واضح طور پر دیکھتا ہوں، جو یقیناً میری نظر کا نقطہ (*Point*) ہے۔ اسی عمل اور تجربے سے میرے نزدیک نقطۂ نظر ہی درست ہے۔ ''زاویۂ نظر'' اور ''نصب العین'' کے مفہوم تک میری رسائی بھی اسی عمل اور تجربے کا نتیجہ ہے۔ یہ بیان تو جملۂ معترضہ کے طور پر ہو گیا۔ اس وقت میرے پیشِ نظر کچھ ایسے لسانی مباحث ہیں جن پر ایک نئے زاویے سے بحث کرتا ہوں۔ مجھے اندازہ ہے کہ میرے اس زاویۂ فکر سے قارئین کی ایک جماعت اختلاف کرے گی۔ اختلاف ہونا بھی چاہیے کہ اس سے فکر و نظر کی راہیں کھلتی ہیں اور صورتِ حال زیادہ واضح ہوتی ہے۔

لیے اور لئے میں فرق

لکھتے وقت عام طور پر لیے اور لئے میں فرق نہیں کیا جاتا۔ میرے نقطۂ نظر کے مطابق، مختلف معنوں کے ساتھ، یہ دو الگ الگ مستقل لفظ ہیں۔ اُردو میں لکھنے والوں میں سے بہت کم نے لیے اور لئے میں فرق سمجھا اور کیا ہے۔ اس کی شاید یہی وجہ ہے کہ: ع گیسوئے اُردو ابھی مِنّت پذیرِ شانہ ہے

لیے: (یاء کے نقطوں کے ساتھ لیکن ہمزہ کے بغیر) ''لینا'' مصدر سے فعل ماضی کا صیغۂ جمع ہے جس کا صیغۂ واحد ''لیا''

☆ پروفیسر غازی علم الدین، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، افضل پور، میرپور، آزاد کشمیر۔

ہے۔لیا اور لیے کرنا مصدر سے کیا/کیے، پینا سے پیا/پیے، سینا سے سیا/سیے اور جینا سے جیا/جیے کے وزن پر ہیں۔
مثال ملاحظہ کیجیے: احمد نے دس روپے لیے۔
اس مثال میں ''لیے'' بہ معنی حاصل کیے ہے۔
لئے: (ہمزہ کے ساتھ لیکن نقطوں کے بغیر) اُردو میں حرفِ جر ہے جس کا معنیٰ ہے: واسطے، برائے، *for* مثلاً: یہ کتاب احمد کے لئے ہے۔

پنجابی میں اس کی شکل ''لئی'' ہے۔ لئے دراصل عربی میں حرفِ جر لِ کی مؤرّد صورت ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے ھٰذا الکتابُ لِاحمد (یہ کتاب احمد کے لئے ہے)

فعل ماضی اور حرفِ جر، دونوں کے لئے اگر ''لیے'' ہی استعمال کیا جائے تو ان میں معنوی فرق کرنا مشکل ہو جائے گا۔ طالب علم کو ان دونوں کے جداگانہ تشخص کا ادراک نہیں ہو سکے گا۔ بعض لوگ اس نقطۂ نظر سے اتفاق نہ کرتے ہوئے دونوں کے لئے ''لیے'' ہی استعمال کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر ہے کہ لئے (ہمزہ کے ساتھ لیکن نقطوں کے بغیر) ''گئے'' کے وزن پر ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ مجھے ان کی یہ دلیل دو وجھوں سے بودی لگتی ہے۔ پہلی یہ کہ ''گئے'' کے گاف کے نیچے زیر نہیں بلکہ اس پر زبر پڑھی جاتی ہے جب کہ ''لئے'' کے لام کے نیچے زیر پڑھی جاتی ہے۔ دوسری یہ وجہ ملحوظ ذہنی چاہیے کہ گئے ''جانا'' مصدر سے فعل ماضی ہے جس کا اپنا وزن اور آہنگ ہے۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ''جانا'' مصدر سے ''گئے'' کی معنوی مناسبت کے سوا لفظی اور صوتی کوئی مناسبت بھی نہیں۔ ''گئے'' کے وزن اور آہنگ پر کسی اور مصدر سے فعل ماضی کا کوئی صیغہ میری نظر سے نہیں گزرا۔

نافہمی کی بنا پر اکثر لکھنے والے ''لیے'' کی جگہ پر ''لئے'' اور ''لئے'' کی جگہ پر ''لیے'' لکھتے رہتے ہیں حال آں کہ ان دونوں کے معنوی فرق کی گہرائی میں اترنا ضروری ہے۔ اصولِ کتابت سے نا آشنا بعض لوگ فعل ماضی اور حرفِ جر، دونوں کے لئے ہمزہ اور نقطوں، دونوں کے ساتھ ''لئیے'' لکھتے ہیں جو ایک نئی غلطی کا شاخسانہ ہے۔ اسی طرح ''کیے'' کو بھی غلط طور پر ''کئے'' اور ''کئیے'' اِملاء کرتے ہیں۔

انگریزی الفاظ کے اُردو ہجوں میں الف کا متنازع تصرف

زبانوں کے قاعدوں کلیوں کی تدوین و ترتیب میں یہ فلسفہ کارفرما رہتا ہے کہ کتابت اور صَوت ہر دو اعتبار سے بولنے اور لکھنے والے کی سہولت پیشِ نظر رہے۔ عربی زبان سے اس کی دو عام فہم مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ''بسم اللہ الرحمن الرّحیم'' اصل میں ''باسم اللہ الرحمن الرحیم'' ہے۔ اگر یہاں باء کے بعد ہمزۃ الوصل یعنی الف کو پڑھا جائے تو زبان کی تسہیل پر زد پڑتی ہے۔ اِسی طرح عربی میں الفعل المضعف سے تعلق رکھنے والے افعال ماضی رَدَّ، کَدَّ، حَجَّ، فَرَّ، مَرَّ اور سَدَّ وغیرہ اصل میں رَدَدَ، کَدَدَ، حَجَجَ، فَرَرَ، مَرَرَ اور سَدَدَ ہیں۔ بولنے میں سہولت کی خاطر آخری دونوں حرفوں کو تشدید کے ذریعے

ملا کر ایک کر دیا گیا ہے۔

زبانوں کی تعمیر و ترقی اور فروغ وارتقاء اخذ و عطا کے ہمہ گیر اصول پر مبنی ہے۔ اردو زبان میں دوسری زبانوں سے الفاظ وتراکیب قبول کرنے کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ اردو ادب نے مشرق ومغرب کے تخیلات کی دل کھول کر پذیرائی کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نہ صرف اردو کی تخمیر میں محبت کا عنصر بنیادی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس کے فروغ و بقاء میں یہی سب سے بڑا محرک ثابت ہوسکتا ہے۔ برِعظیم پاک و ہند چوں کہ ایک طویل عرصہ تک برطانیہ کی کالونی رہا ہے اس اعتبار سے یہاں کی معاشرت، ثقافت اور زبانیں مغربی فکر سے متاثر ہوئیں۔ انگریزی زبان نے یہاں کی بڑی زبان اُردو پر اپنے اثرات مرتب کیے جس کی وجہ سے انگریزی کے الفاظ کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ اُردو زبان وادب کا حصہ بن گیا۔

اُردو میں مستعمل S (ایس) سے شروع ہونے والے انگریزی الفاظ کے معیاری اُردو ہجوں کا مسئلہ ابھی تک متنازع ہے۔ اُردو زبان میں کثرت سے استعمال ہونے والے انگریزی کے الفاظ عام طور پر انگریزی تلفظ کے ساتھ ہی بولے اور لکھے جاتے ہیں۔ اُردو میں ان الفاظ کا تلفظ اگر اصل انگریزی تلفظ سے بہت مختلف کر دیا جائے تو ان کی صوتی اور معنوی لطافت مجروح ہوجاتی ہے۔ پرانے مصنفین S (ایس) سے شروع ہونے والے انگریزی الفاظ کو اردو میں الف سے لکھتے تھے اور یہ روایت اب بھی ہندوستان میں برقرار ہے۔ پاکستان میں اُردو کو مادری زبان کے طور پر بولنے والے حضرات کے ہاں بھی یہ روایت بڑی مضبوط ہے۔ ہندوستان کی نسبت پاکستان میں یہ صورت اب بدل رہی ہے اور ''اسکول'' کی بجائے ''سکول'' اور ''اسٹیشن'' کی بجائے ''سٹیشن'' لکھا جانے لگا ہے۔ یہی الفاظ ہم انگریزی جملوں میں الف کے بغیر بولتے ہیں اور اُردو میں استعمال کرتے ہوئے الف کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ گویا ایک ہی لفظ بہ یک وقت اصل زبان (انگریزی) اور اردو میں دو مختلف طریقوں سے ادا کرتے ہیں۔ یہ دوہرا معیار ناقابلِ فہم ہے۔ اسکول، اسپشل، اسٹیشن، اسٹیشنری، اسٹاپ، اسٹیمپ یا اسٹامپ (موڑ داسٹام)، اسپیچ، اسپیکر، اسٹیج، اسٹیٹ، اسکینڈل، اسکرپٹ، اسکیم، اسکالر، اسکور، اسکوٹر، اسکوائر، اسپانسر، اسپورٹ، اسکاٹ، اسکین، اسکرین، اسکواڈ، اسٹارٹ، اسٹاف، اسٹریٹ، اسٹور، اسٹال، اسٹاک، اسکرٹ، اسٹوڈنٹ، اسپرنگ، اسکریو، اسکیٹنگ، اسٹار، اسمگلنگ، اسمگلر، اسپیڈ، اسپیلنگ، اسپرٹ، اسٹینڈ، اسٹینڈرڈ، اسٹک، اسٹیم، اسٹکر، اسٹڈی، اسٹرکچر، اسٹریچر، اسٹوو، اسٹوڈیو، اسٹیڈیم، اسٹرائیک، اسٹائل، اسٹیل، اسٹینوگرافر، اسپیشلسٹ، اسکیچ وغیرہ کو دیکھتے اور بولتے ہیں تو ان متغیر الفاظ کے ساتھ اُنس کا کوئی تاثر پیدا نہیں ہوتا۔ سکواڈ (Squad) کو اِس کواڈ، سکریو (Screw) کو اِس کریو، سکیٹنگ (Skating) کو اِس کیٹنگ، سکین (Scan) کو اِس کین، سکوائر (Square) کو اِس کوائر، سکوٹر (Scooter) کو اِس کوٹر، سکور (Score) کو اِس کور، سکرین (Screen) کو اِس کرین، سکرپٹ (Script) کو اِس کرپٹ، سکینڈل (Scandal) کو اِس کینڈل، سکیم (Scheme) کو اِس کیم، سکالر (Scholar) کو اِس کالر اور سٹرکچر (Structure) کو اِس ٹرکچر ادا کرنا جہاں مشکل ہے وہاں صوتی لطافت بھی مجروح ہوتی ہے۔

ان الفاظ کو ''یں'' اور ''وں'' سے جمع بنا کر مثلاً سکیمیں، سکیموں، سٹیجوں، سکولوں، سٹالوں، سمگلروں، سٹیشنوں، سپیکروں

وغیرہ بولیں اور لکھیں تو ترکیب کے اعتبار سے یہ اپنی اصل زبان کی بجائے اُردو کے بن جاتے ہیں مگر پھر بھی الف سے لکھنے کے حامی بڑے التزام سے اسکیمیں، اسکیموں، اسٹیجوں، اسکولوں، اسٹالوں، اسمگلروں، اسٹیشنوں، اسپیکروں وغیرہ لکھتے اور بولتے ہیں۔

اردو میں مستعمل عربی کے دولفظ ''سلیم'' اور ''سقیم'' اُردو میں مستعمل انگریزی کے دولفظوں سکیم (*Scheme*) اور سٹیم (*Steam*) کے ہم وزن اور ہم آواز ہیں۔ سلیم اور سقیم کو اردو میں بولتے ہوئے ان کے پہلے حرف ''س'' پر شعوری طور پر کوئی اعراب پیشِ نظر نہیں ہوتا۔ *S* (ایس) سے شروع ہونے والے لفظ پر الف کا اضافہ کرنے کے حامیوں سے نہایت ادب سے استفسار ہے کہ وہ سلیم اور سقیم کی بجائے اسلیم اور اسقیم لکھنے کو جائز کیوں نہیں سمجھتے؟ یقیناً جواب یہی ہوگا کہ الف تو سلیم اور سقیم کا جزو ہی نہیں۔ یہ اصل میں عربی زبان کے لفظ ہیں اور ایسا کرنے سے زبان بگڑ جائے گی۔ میرا یہ سوال ہے کہ اردو میں مستعمل سکیم اور سٹیم کے شروع میں الف کا اضافہ کرنے سے کیا ان کا لسانی مزاج نہیں بگڑے گا؟ اسی طرح سٹیل (*Steel*) کے ہم وزن اور ہم آواز سبیل اور ثقیل ہیں۔ کیا ان کے شروع میں بھی الف کا اضافہ کیا جائے گا؟ میرے خیال میں اردو زبان میں سہولت اور کشادگی پیدا کرنے کے لئے ایسی پابندی کو دور کرنا ازبس ضروری ہے۔

سوا اور علاوہ کے استعمال میں غلطی

نشر و اشاعت میں آج کل ''سوا'' اور ''علاوہ'' کے استعمال میں رائج غلطی کا مسلسل اعادہ ہو رہا ہے۔ بعض سکہ بند اہلِ زبان اور معروف ادیب اور صحافی بھی لکھنے اور بولنے میں اس غلطی کو دہرا رہے ہیں۔ 'سوا' کی جگہ 'علاوہ' اور 'علاوہ' کی جگہ 'سوا' کا استعمال بڑی لاپروائی اور بے احتیاطی سے ہو رہا ہے جس سے عبارت کے معانی بدل کر رہ جاتے ہیں۔ دونوں لفظوں کا اصل مفہوم ایک دوسرے کے الٹ ہے۔ سوا حرفِ اِستثناء ہے جس کے معنی ''اسے چھوڑ کر''، ''بغیر'' اور ''بجز'' کے ہیں۔ سوا کے استعمال میں کسی ذات، چیز یا بات کی نفی مقصود ہوتی ہے مثلاً: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یعنی اللہ تو معبود ہے اُسے چھوڑ کر کوئی اور معبود نہیں ہے۔

علاوہ کے معنی ''اور بھی''، ''مزید'' اور ''بشمول'' کے ہیں۔ ''مزید برآں'' بھی علاوہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی میں اسے *Moreover* کہتے ہیں۔ اس جملے کو مثال کے طور پر دیکھیے:

''پیامِ مشرق میں فلسفے کے علاوہ شعریت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے'' یعنی پیامِ مشرق میں فلسفہ تو موجود ہے مزید برآں اس میں شعری حُسن اور کمالِ جاذبیت کی بھی فراوانی ہے۔

'سوا' کو 'علاوہ' اور 'علاوہ' کو 'سوا' کی جگہ غلط استعمال کرنے کی چند مثالیں موضوع کو واضح کرنے کے لئے مفید ثابت ہوں گی:

''اسلام کے علاوہ دیگر تمام ازم (نظام) کفر و شرک کی دعوت دیتے ہیں۔''

اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اسلام بھی اور دیگر تمام ازم بھی کفر و شرک کی دعوت دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ صحیح عبارت یوں ہونا چاہیے تھی:

''اسلام کے سوا دیگر تمام ازم کفر و شرک کی دعوت دیتے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور فقرہ لیجیے: ''مرض الموت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے''

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ مرض الموت کا بھی اور دیگر ہر مرض کا بھی علاج ہے۔ حال آں کہ جملے کا مدعا یہ تھا کہ مرض الموت کو چھوڑ کر باقی ہر مرض کا علاج ہے۔ لہٰذا جملہ یوں ہونا چاہیے تھا: ''مرض الموت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے۔''

اگر کسی محفل میں کوئی یہ کہے کہ میرے علاوہ سب احمق ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خود بھی احمق ہے۔ یہاں ''علاوہ'' کی جگہ ''سوا'' کا محل ہے۔

اسمِ فاعل کے ساتھ یائے نسبت کا اِضافہ کرتے وقت غلطی کا ارتکاب

اُردو میں عام طور پر بول چال اور لکھتے وقت عربی قواعد کے مطابق اسم فاعِل کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ کیا جاتا ہے، مثلاً: قادِر سے قادِری، قاسِم سے قاسِمی، ہاشِم سے ہاشِمی، کاظِم سے کاظِمی، فاضِل سے فاضِلی، صابِر سے صابِری اور ناصِر سے ناصِری وغیرہ۔ عربی میں یہ یائے نسبت مشدّد (شدّ والی) ہوتی ہے لیکن اُردو میں ایسا نہیں ہوتا۔ قاعدے کے مطابق اَلِف سے بعد والے یعنی تیسرے حرف کے نیچے کسرہ (زیر) آتی ہے لیکن ہمارے یہاں پڑھے لکھے لوگ بلکہ ادیب اور شاعر بھی عام طور پر اس کا التزام نہیں کرتے اور غلط تلفظ کرتے ہوئے قاسْمی (*Qasmi*)، ہاشْمی (*Hashmi*)، کاظْمی (*Kazmi*)، فاضْلی (*Fazli*)، صابْری (*Sabri*) اور ناصْری (*Nasri*) بولتے ہیں۔ انگریزی میں چوتھے حرف کے طور پر آئی (*I*) نہ لکھ کر غلطی کی جاتی ہے، حال آں کہ درست اس طرح ہے: *Sabiri, Fazili, Qasimi, Qadiri, Kazimi, Nasiri* وغیرہ۔

اُردو میں اِسم فاعل سے نسبت اور صفت کی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے فاضِل، ناقِد، عارِف، قاتِل اور ظالِم وغیرہ سے فاضِلانہ، ناقِدانہ، عارِفانہ، قاتِلانہ اور ظالِمانہ بھی کہا جاتا ہے۔ اِن الفاظ کو بھی ادا کرتے وقت اَلِف سے بعد والے یعنی تیسرے حرف کے نیچے کسرہ (زیر) کا التزام نہیں کیا جاتا اور غلطی پر قائم رہتے ہوئے فاضْلانہ (*Fazlana*)، ناقْدانہ (*Naqdana*)، عارْفانہ (*Arfana*) وغیرہ ادا کیا جاتا ہے۔ میرے مشاہدے کے مطابق کئی ادیب اور شاعر بھی اس غلطی کو دہراتے ہیں۔

اسی طرح اسم فاعل مونث کے وزن پر آنے والے اسماء مثلاً واسِطہ، ضابِطہ، رابِطہ، کامِلہ، فاصِلہ، عاجِلہ، خاتِمہ، ناظِرہ اور فاضِلہ وغیرہ کے تیسرے حرف کے نیچے زیر ناروا طور پر نہیں پڑھی جاتی۔ غلط تلفظ کرتے ہوئے بغیر زیر کے واسْطہ، ضابْطہ، رابْطہ، کامْلہ، فاصْلہ، عاجْلہ، خاتْمہ، ناظْرہ، اور فاضْلہ پڑھا اور بولا جاتا ہے۔ حاضِرین اور ناظِرین وغیرہ کو بھی حاضْرین اور ناظْرین بولا جاتا ہے۔

مرکب اضافی میں تصرف

اُردو میں مستعمل فارسی قاعدے کی رُو سے مرکب اضافی کے پہلے حصے 'مضاف' کے آخری حرف کے نیچے زیر لگائی جاتی ہے۔ یہ زیر(کسرہ) اضافت ظاہر کرتی ہے مثلاً: معلّمِ اخلاق، کاتبِ تقدیر، تخریبِ زبان، اہلِ مدینہ، حلقۂ ادب وغیرہ۔

اردو میں یہ چلن عام ہوگیا ہے کہ مرکب اضافی کے بعض مضاف الیہ اسماء کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ کرکے مرکب توصیفی کی ایک صورت بنادی جاتی ہے جو قواعد سے مطابقت نہیں رکھتی۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

مرکب اضافی اصل قاعدے کے ساتھ	مرکب اضافی میں تصرف کے بعد کی صورت
جماعتِ اسلام	جماعتِ اسلامی
احکامِ شاہ	احکامِ شاہی
انتشارِ ذہن	انتشارِ ذہنی
علومِ مشرق	علومِ مشرقی
تہذیبِ مغرب	تہذیبِ مغربی
تہذیبِ نفس	تہذیبِ نفسی
تحلیلِ نفس	تحلیلِ نفسی
کلامِ نفس	کلامِ نفسی
یائے نسبت	یائے نسبتی

بعض تراکیب کو مرکب اضافی کے وزن پر لاکر مرکب توصیفی تصور کیا جاتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

فلسفۂ جدید	جدید فلسفہ
غزلِ مسلسل	مسلسل غزل
مرضِ لاعلاج	لاعلاج مرض
بلائے ناگہانی	ناگہانی بلا

تَفَعُّل کے وزن پر آنے والے اسماء کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ

اس وزن پر آنے والے اسماء کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ عام طور پر نہیں کیا جاتا۔ مثلاً تصرف سے تصرفی، تحفظ سے تحفظی، تکبر سے تکبری، تسلط سے تسلطی وغیرہ استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن بعض اسماء جن کے ساتھ پہلے ''ی'' کا اضافہ نہیں کیا جاتا تھا اور وہ ''ی'' کے بغیر ہی اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوتے تھے، اب بڑے التزام کے ساتھ تصرف کرکے ''ی'' کا اضافہ کردیا جاتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

تقرر	(*Appointment*)	تقرری	
تنزل	(*Demotion/Decline*)	تنزلی	
عدمِ توجہ	(*Lack of attention*)	عدم توجہی	
تمدن	(*Civilisation*)	تمدنی (یہاں یائے نسبت ہے)	

باہم کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ

اُردو میں مستعمل فارسی لفظ باہم (آپس میں) کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ کرکے باہمی لکھنے اور بولنے کا رواج چل نکلا ہے۔ اساتذہ کے کلام میں سے اس کی کوئی سند نہیں ملتی، باہم ہی استعمال ہوا ہے:

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں (اقبالؔ)

باہم کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ کرنے کی کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

درست	غلط تصرف
باہم رضامندی	باہمی رضامندی
باہم رنجش	باہمی رنجش
باہم گفت گو	باہمی گفت گو
بقائے باہم	بقائے باہمی

مضاف سے قبل ''ب'' کا غیر ضروری استعمال

مرکب اضافی کے پہلے حصے مضاف کے شروع میں ''ب'' کا غیر ضروری طور پر اضافہ کردیا جاتا ہے۔ حال آں کہ مضاف کے نیچے اضافت کی زیر بھی موجود ہوتی ہے۔ آج کل کچھ شعراء بھی اس غلطی کو دُہرا رہے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

غلط استعمال	درست استعمال
بوقتِ شام	وقتِ شام
بوقتِ مصیبت	وقتِ مصیبت
بوقتِ سحر	وقتِ سحر
بوقتِ مسرت	وقتِ مسرت
بروزِ حشر	روزِ حشر

بسوئے مکہ	سوئے مکہ
بسوئے مقتل	سوئے مقتل
بسوئے دار	سوئے دار
بسوئے ہدف	سوئے ہدف

بعض اسمائے فاعل کا غلط تلفظ

کچھ اسمائے فاعل مذکر ایسے بھی ہیں جن کے آخری حرف کو ''یا'' سے تبدیل کر کے جایا، آیا، چھایا اور گایا کے وزن پر غلط طور پر بولا جاتا ہے۔ اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی اس غلطی کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

ضائع	سے	ضایا
مائع	سے	مایا
شائع	سے	شایا
واضح	سے	واضیا
مضارع	سے	مضاریا
واقع	سے	واقیا

ادارۂ قرطاس کی حالیہ تصنیف

۲۔ شبلی نعمانی صدی کے آئینے میں: پاکستانی رسائل و جرائد میں شبلی نعمانی پر شائع ہونے والے مقالات کا مجموعہ۔

ترتیب و تدوین: ڈاکٹر مہ جبین زیدی۔

صفحات: ۵۱۲ قیمت: ۶۰۰ روپے طبع اول: دسمبر ۲۰۱۴ء

ISBN: 978-969-9640-17-9